Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۲۲۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۵-۴۰ | اتوار ۲۷ - جمادی الاول ۱۴۱۱ھ، ۱۶ فتح ۱۳۶۹ ہش، ۱۶ دسمبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۳۴

دُعا ہی سے خُدا سے تعلق پیدا ہوتا ہے

"ہمارا خدا تمام کائنات کا خدا ہے۔ روحانی دنیا کا بھی وہی خدا ہے اور جسمانی دنیا کا بھی وہی خدا ہے۔ اس لئے اس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ دُعا اصل ہے۔ دُعا ہی کے ذریعے ہم خدا سے تعلق جوڑتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں"۔
(ارشاد سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"بیشک اس زندگی کا خاتمہ ہو کر ایک اور نئے رنگ کی زندگی شروع ہوگی مگر اس وقت ابھی وقت نہیں کہ اس کی تفصیل بیان کریں۔ جنہوں نے اس زندگی میں اچھی تخم ریزی کی ہوگی۔ ان کے واسطے ایک پاک سلسلہ شروع ہوگا اور جنہوں نے بُری تخم ریزی کی ہوگی ان کے لئے مشکلات اور عذاب کا سلسلہ ہوگا۔ اس نئی زندگی کا ایک قسم کا تعلق اس زندگی سے بھی رہتا ہے اور بالکل ٹوٹ نہیں جاتا۔ مثال کے طور پر عالم خواب موجود ہے۔ بیداری میں ایک زندگی ہوتی ہے مگر سوتے ہی ایک عظیم الشان انقلاب آجاتا ہے۔ بعض تفاصیل معلوم تو ہیں مگر ان کا بیان اس وقت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس امر کے واسطے ایک لمبا وقت چاہیئے۔ منٹوں میں یہ امر طے نہیں ہو سکتا"۔
(ملفوظات جلد دہم صـ ۳۶۲-۳۶۳)

"صوفی کہتے ہیں جس شخص پر چالیس دن گذر جائیں اور خدا کے خوف سے ایک دفعہ بھی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوں تو ان کی نسبت اندیشہ ہے کہ وہ بے ایمان ہو کر مرے۔ اب ایسے بھی بندگانِ خدا ہیں کہ چالیس دن کی بجائے چالیس سال گذر جاتے ہیں اور ان کی اس طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ دانشمند انسان وہ ہے جو بلا آنے سے پہلے بلا سے بچنے کا سامان کرے۔ جب بلا نازل ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت نہ سائنس کام دیتی ہے اور نہ دولت۔ دوست بھی اس وقت تک ہیں جب تک صحت ہے۔ پھر تو پانی دینے کے لئے بھی کوئی نہیں ملتا۔ آفات بہت ہیں"۔
(ملفوظات جلد دہم صـ ۳۸۰)

ربوہ ۱۴، دسمبر۔ آج یہاں بیت الاقصیٰ میں نمازِ جمعہ محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے پڑھائی اور نماز سے قبل خطبہ دیا۔ جس میں سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶، نومبر ۱۹۹۰ء پڑھ کر سنایا۔

اس خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے عالمی سیاست کا بھرپور تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دنیا کو سب سے زیادہ خطرہ عصبیت اور خود غرضی سے ہے اور جب تک یہ دنیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ راستے پر چل کر ان دو باتوں کو ترک نہ کرے گی امن قائم نہ ہوگا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ روس اور امریکہ کی صلح سے جہاں فائدہ ہوا ہے وہاں ایک بڑا نقصان بھی ہوا ہے کہ مختلف دبی ہوئی عصبیتیں سامنے آگئی ہیں۔ اور یہ ایسے خطرات ہیں کہ اگر ان کا پوری قوت سے مقابلہ نہ کیا گیا تو سخت خوفناک نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ حضور نے احباب جماعت کو متوجہ فرمایا کہ دنیا بھر کے دانشوروں کو یہ پیغام پہنچائیں

باقی صـ ۸ پر

ہمیشہ خدا تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدّم رکھو

اقتباس از خطبہ عید الفطر فرمودہ سیّدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

"جرمنی کی ایک عورت تھی اس کی عمر اسّی سال کے لگ بھگ تھی۔ اس کے سات بیٹے تھے جو سارے کے سارے جنگ میں مارے گئے۔ ہمارے ملک میں اگر کسی کے ساتھ ایسا واقعہ ہو تو کسی دوسرے کو احساس بھی نہ ہو۔ مگر زندہ قومیں ان باتوں کو نوٹ کرتی رہتی ہیں کہ کس نے کتنی قربانی کی ہے۔ جب وزیر دفاع کو اس کی خبر ملی تو اس نے چاہا کہ وہ اس کو بُلا کر بادشاہ اور ملک کی طرف سے اس سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ چنانچہ وزیر دفاع نے اسے خود چٹھی لکھی۔ جب وہ بُڑھیا آئی تو وزیر دفاع نے اسے کہا کہ میں بادشاہ اور ملک کی طرف سے آپ سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ کے تمام بیٹے جنگ میں کام آگئے ہیں۔ ایک انگریزی اخبار کا نمائندہ بھی اس موقعہ پر موجود تھا۔ میں نے اس کی رپورٹ جو بعد میں شائع ہوئی پڑھی ہے۔ اس نے لکھا کہ جب وہ بڑھیا باہر نکلی تو باوجود اس کے کہ اس کی پیٹھ کُبڑی ہو چکی تھی وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیچھے رکھ کر اپنی کمر کو دبا کر سیدھا کرتی اور ایک بناوٹی قہقہہ لگا کر کہتی اگر میرا آخری بیٹا بھی مارا گیا ہے آخر وہ ملک کی خدمت کرتے ہوئے ہی مارا گیا ہے۔ تو دیکھو اس عورت کے اندر قومی خدمت کا کس قدر احساس تھا۔ وہ دنیا کو بتانا چاہتی تھی کہ میرے بیٹوں کے مر جانے نے میری کمر کو خم نہیں کر دیا بلکہ اور بھی سیدھا کر دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ملک کی خاطر جان دی ہے اب یہ تو نہیں تھا کہ اس کا دل اپنے بیٹوں کی وفات پر غمگین نہیں تھا۔ دل تو غمگین تھا لیکن وہ دنیا کے سامنے یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں اس تقدیر پر خوش ہوں جو میرے لئے تو غم لائی مگر میری قوم کے لئے اس نے عزت کے سامان پیدا کر دیئے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے حضرت ابراہیم جب فوت ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دفنانے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپؐ دفن کر چکے تو آپؐ نے فرمایا جا اپنے بھائی عثمانؓ بن مظعون کے پاس اور اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لیکن جب وہ وقت گزر گیا تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جیسے جوش اور تندہی کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف ہو گئے۔ غرض حقیقی صاحبِ ایمان کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ قومی اور مذہبی غم کو اپنے ذاتی غموں پر ترجیح دیتا ہے اور اس کے عزم اور استقلال میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ مصیبت اس کے عزم کو اور بھی بڑھا دیتی ہے"۔
(خطبہ عید الفطر فرمودہ ۷۔ جولائی ۱۹۴۸ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ
پچاس پیسے

۱۶۔ فتح ۱۳۶۹ ہش ۱۶۔ دسمبر ۱۹۹۰ء

دُعا کا دام

حضرت سیّدنا مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک حالیہ خطبہ میں فرمایا

"آپ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کریں اور دعا بہت کریں۔ یہ آخری بات ہے لیکن ہر پہلی بات سے زیادہ افضل اور زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔ دعا میں تدبیر اور دعا دونوں باتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس مضمون پر بہت ہی لطیف روشنی ڈالی ہے اور بہت ہی گہری حکیمانہ باتیں بیان فرمائی ہیں۔ خلاصہ یہی ہے کہ دعا دنیا کی سب سے عظیم تدبیر ہے جو تقدیر پر جال ڈالتی ہے۔ اس سے بڑی تدبیر کیا ہوگی جو تقدیر کو اپنے دام میں لے لے اور تقدیر الٰہی اور انسانی کوششیں جب اکٹھی مل کر آگے بڑھتی ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسے آگے بڑھنے والے کی راہ نہیں روک سکتی۔ پس ان دعاؤں سے بہت کام لیں اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور یہ عظیم پہاڑ جو ہمارے سامنے کھڑے ہیں انہیں سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

بعض اوقات انسان دعا میں اس لئے کوتاہی کر جاتا ہے کہ اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہوگا تو وہی کچھ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر چاہے گی، یا تو وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتا ہے یا وہ کوشش کرتا ہے تو بے دلی سے۔ اسے اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ دعا سے حالات بدل سکتے ہیں۔ وسائل میسّر آ سکتے ہیں۔ اور مقصد کا حصول آسان ہو سکتا ہے۔

حضور انور کے خطبہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ دعا ایک عظیم تدبیر ہے اور یہ تدبیر اتنی عظیم تدبیر ہے کہ تقدیر کو بھی اپنے دام میں لے لیتی ہے۔ تقدیر جس کی ہم بات کرتے ہیں وہ ہے خدا کی اور جس سے دعا کرنی ہے وہ بھی خدا ہی ہے۔ گویا خدا تعالیٰ ہی تقدیر پیدا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی سے دعا کی جاتی ہے اور یہ کہے بغیر کہ وہ اپنی تقدیر بدل دے مطلب یہی ہوتا ہے کہ اگر تقدیر ہمارے مقصد اور مطلب کے خلاف ہے تو خدا تعالیٰ اسے بدل بھی سکتا ہے۔ پس اور تدابیر تو کی ہی جاتی ہیں لیکن اگر دعا کو بھی ایک تدبیر ہی سمجھ لیا جائے تو ایک تو تدبیر میں زور آجائے گا دوسرے اللہ تعالیٰ چاہے تو تقدیر کو بھی بدل دے۔ کیونکہ تقدیر کو بدلوانے کا یا تقدیر سے اپنے مقصد کے مطابق کام لینے کا یہی ایک طریق ہے کہ جو تقدیر کا خالق ہے اسی سے بات کی جائے۔ اور وہ ہے خدا۔ اور اس سے بات کرنے کا طریق ہے دعا۔

پس دعا ایک عظیم تدبیر ہے جو تقدیر کو بھی اپنے دام میں لے لیتی ہے۔

گالیاں دینا بُری عادت سہی
لیکن اس عادت کا منبع ہے کہاں
جس کی فِطرت مَسخ ہو جاتی ہے وہ
ڈھونڈ لیتا ہے یہ اندازِ بیاں

ابوالاقبال

ناداں اُلجھ رہے تھے عبث آفتاب سے
ہم نے دکھا دیا تھا حوالہ کتاب سے

یہ اور بات ہے کہ ابھی مطمئن نہ تھا
خاموش تو وہ ہو گیا تھا اس جواب سے

آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں مگر دیکھتی نہ تھیں
کوئی بڑا عذاب نہ تھا اس عذاب سے

لہروں میں چھُپ گئے تھے کنارے کٹے ہوئے
بچ کر نِکل گیا تھا سفینہ سراب سے

اللہ بھیج سایۂ ابرِ رواں کوئی
سنولا گئے ہیں دھوپ میں چہرے گلاب سے

اب بند پانیوں سے تعلق نہیں رہا
ہم سیر ہو کے آئے ہیں نہرِ چناب سے

کچھ تو جواب دیجئے شبنم ہی رو لئے
پھولوں نے احتجاج کیا ہے جناب سے

کوئی تمیز اچھّے بُرے کی نہیں رہی
دھندلا گئی ہیں سرحدیں اس انقلاب سے

مَیلی نِگاہ سے انہیں دیکھا نہ ہو کہیں
کُملا گئے ہیں پھُول نگہِ انتخاب سے

آئینہ میرے کانپتے ہاتھوں سے گر گیا
مَیں بال بال بچ گیا یوم الحساب سے

مضطرؔ کے نام پر خطِ تنسیخ کھینچ کر
خود کو بھی تم نے کر دیا خارج نصاب سے

چوہدری محمد علی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون۔ سین

خلیج کا تنازعہ اور ایران

خلیج کے تنازعہ کے سلسلے میں صدر بش نے عراق کو بلا واسطہ گفت وشنید کی دعوت دی ہے اور عراق نے اس دعوت کو قبول بھی کر لیا ہے۔ گویا کہ یہ ایک ایسا قدم ہے جو دنیا کو جنگ سے کچھ دور لے جا سکتا ہے۔ اگر گفت وشنید کا یہ خیال پیدا نہ ہوتا یا خیال پیدا ہوتا اور عراق اس دعوت کو قبول نہ کرتا تو یقیناً دنیا جنگ کے بہت قریب پہنچ چکی تھی اور یہ تو کوئی خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کہ اگر خلیج کے علاقے میں جنگ ہوئی تو باقی دنیا اس سے محفوظ رہے گی۔ اسوقت دنیا اس طرح بٹ چکی ہے کہ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ یہاں جنگ ہو۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں۔ بہرحال اس تنازعہ کا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ دنیا پر یقیناً اثر انداز ہو گا اور اسوقت ایک دفعہ پھر دوست اور دشمن کی پہچان کے نئے معیار سامنے آئیں گے۔ بیجنگ نے کہا ہے کہ وہ عراق کے خلاف جنگ کو پسند نہیں کرتا۔ اسکی یہ خواہش ہے کہ یہ تنازعہ گفت وشنید ہی کے ذریعے فیصلہ پانا چاہیے۔ چنانچہ سیکیورٹی کونسل میں بھی اگرچہ چین نے امریکہ کے ریزولیوشن کو ویٹو تو نہیں کیا لیکن اس بات کا صاف طور پر اظہار کر دیا ہے کہ وہ عراق کے خلاف جنگ ضروری نہیں سمجھتا۔

چین کے وزیرِ خارجہ مسٹر کیان کیجن (QUIN QUICHEN) نے ووٹ لئے جانے سے پہلے کہا کہ چین اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ عراق کے خلاف جنگ کی جائے اس لئے وہ اس ووٹ کے حق میں نہیں ہے ایک وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ چینی حکومت ہمیشہ سے یہ کہتی رہی ہے کہ تنازعات گفت وشنید ہی سے حل ہونے چاہیئں۔ چین نے تو ووٹ نہیں دیا لیکن کیوبا اور یمن نے ریزولیوشن کے خلاف ووٹ دیا اور ان کے علاوہ دیگر ۱۲ ممبروں نے ریزولیوشن کے حق میں ووٹ دیا۔

بہرحال یہ بات خوشکن ہے کہ ایسی قراردادوں کے باوجود عراق اور امریکہ کے درمیان گفت وشنید کا مرحلہ قریب آگیا ہے دوسری طرف اب ایران کا رویّہ دیکھیں۔ ایران کے صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے گذشتہ روز کہا کہ عراق کو بہرحال کویت سے باہر نکالنا چاہیئے چاہے طاقت ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے۔ البتہ اسکے ساتھ ہی ایران کے صدر نے یہ بھی کہا کہ یہ بات قابل افسوس ہے (اور ہم اسکی مذمت کرتے ہیں) کہ فلسطینیوں کے متعلق خاموشی اختیار کی جا رہی ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر عراق پر ہم فوج کشی کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس فوج کشی کے ذریعے اسے کویت سے نکالنا مقصود ہے تو اسرائیل کے خلاف کیوں کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جاتی۔ جس سے اسے مقبوضہ علاقوں سے نکال باہر کرنا مقصود ہو۔ یا دیگر تشدد کی کارروئیاں جو اسرائیلیوں کی طرف سے فلسطینیوں کے خلاف ہو رہی ہیں انہیں روکنے کیلئے کیوں کچھ نہیں کیا جا رہا۔ ہاشمی رفسنجانی نے کہا کہ ایران نے ہمیشہ یہ بات پیش کی ہے کہ ان کے علاقے میں امن قائم ہونا چاہیئے۔ اور اس امن کے پہلو بہ پہلو وہ اقوام متحدہ کی تمام قراردادوں کی بھی تعمیل کروا کے جانے کے حق میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک ایران اور عراق کے آپس میں صلح اور امن کیساتھ رہنے کا تعلق ہے یہ الگ معاملہ ہے اور جہاں تک عراق کو کویت سے نکالنے کا تعلق ہے۔ یہ بالکل الگ چیز ہے۔ غالباً ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے تو جنگ بند کر دی ہے اور اس جنگ بندی کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے دوست بھی بن گئے ہیں۔ لیکن جہاں تک کویت کا سوال ہے ایران اس بات کے حق میں ہے کہ عراق کے خلاف فوج کشی کر کے بھی کویت سے اسے نکالنا پڑے تو نکالا جائے انہوں نے کہا کہ ہم عراق کے ساتھ امن کے راستے پر گامزن رہیں گے۔ اور اس میں ہماری اپنی بھلائی بھی ہے۔ اور عراق کی بھی۔

اس موقعہ پر ایران کے صدر نے اقوام متحدہ کی طرف سے جاری کی جانے والی اس رپورٹ کی مذمت کی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ایران میں انسانی حقوق کی پوری طرح نگہداشت نہیں کی جا رہی بلکہ لوگوں کے حقوق تلف کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ رپورٹ اسلئے شائع کی گئی ہے تاکہ ایران امریکہ کے زیر اثر آکر اسی پالیسی کو اختیار کرے جو امریکہ نے اور اس کے اتحادیوں نے عراق کے خلاف اختیار کی ہوئی ہے۔

امریکی فوج میں مایوسی

اگر جنگ سے پہلے ہی کسی فوج کے حوصلے پست ہونے شروع ہو جائیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ اس یقین پر قائم ہونے لگے کہ ان پر جنگ اس لئے ٹھونسی جا رہی ہے کہ ان کے ملک کو ایک قلیل سا مالی فائدہ ہو جس کے عوض جنگی میدان میں ہزاروں جانیں تلف ہو جائیں تو یقیناً ایسی فوج جنگ نہیں کر سکتی یا کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ کامیابی کے ساتھ جنگ کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ یہی اس امریکی فوج کا حال ہے۔ جو اس وقت خلیج کے علاقے میں اپنے زعم میں عراق کو تہس نہس کرنے کیلئے جمع کی گئی ہے۔ امریکہ کے تمام فوجی، امریکہ سے چل کر خلیج تک پہنچنے کیلئے راستے میں ایک جگہ ٹھہرتے ہیں۔ اس جگہ کا نام ہے TORYAN اور یہ جگہ سپین میں ہے۔ میڈرڈ سے بالکل تھوڑے سے فاصلے پر۔ وہاں امریکہ کا ایک ہوائی اڈہ ہے۔ جہاں پر ایک بہت بڑے ہینگر کو بنک ہاؤس میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ اور اسکے قریب ہی بے شمار چارپائیاں بچھی ہیں تاکہ ہوائی جہاز میں تیل ڈالنے کے دوران وہ لوگ کسی قدر آرام کر لیں۔ اور آرام کر کے پھر اپنے لمبے سفر پر روانہ ہو جائیں۔ اس مقام پر یہ لوگ ٹھہرتے تو بہت کم عرصے کیلئے ہیں لیکن یہاں تک پہنچتے پہنچتے بھی ان کے دلوں میں کچھ شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ انہوں نے وہاں پر مختلف دیواروں پر ایسے فقرے لکھنے شروع کر دئے ہیں۔ جن میں صاف طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ تیل کی قیمت کو چند سینٹ کم کرنے کے لئے ہزاروں جانوں کو خلیج کے تنازعے میں جھونکا جا رہا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر تم شوقیہ طور پر کسی کو مارتے ہو تو تم یقیناً ناامیدی کا شکار ہو۔ اگر تم روپے کے لئے کسی کو مارتے ہو تو تم یقیناً اسی طرح روپے کے پیچھے ہو جیسے انگریزی میں مرسینری کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو مارنے کی یہ دونوں وجوہات اکٹھی ہو جائیں تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ تم ایک امریکی پیراٹروپر ہو۔ ایسی باتیں لکھنے والے نوجوان ہیں اور انہیں ابھی اپنے گھر سے روانہ ہوئے ۲۴ گھنٹے سے بھی کم وقت ہوتا ہے۔ جب انہیں چند ہفتے میدان میں ٹھہرنا پڑے گا۔ تو ان کا کیا حال ہو جائے گا۔ یہ قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو میدان میں پہنچ چکے ہیں اور جو سعودی عرب اور کویت کی سرحدوں کے قریب ہیں وہ تو گرمی میں جھلسے جا رہے ہیں۔ ان کے ارد گرد ریت کی بوریاں ہیں جو گرمی میں اور بھی اضافہ کر رہی ہیں اور ان کے ارد گرد عراق کے ہزاروں ٹینک کھڑے ہیں۔ جبکہ ان کا اپنا اسلحہ اب تک خاصا کم ہے۔ بعض فوجی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گویا تمام کپڑے اتار کر ریت میں دھنس گئے ہیں۔ اور وہ صاف اور کھلے دل سے یہ کہتے ہیں کہ اگر عراقی اسطرف سے آئے تو ہم دوسری طرف سے یہاں سے نکل جائیں گے۔ دن تو بے شک ان کے کسی طرح گذر رہے ہیں لیکن ان کی کیفیت یاس انگیز ہوتی چلی جا رہی ہے۔ وہ اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کا یہ خیال ہے کہ ہم محض اسلئے جنگی میدان میں آئے ہیں تاکہ امریکہ میں لوگ گیس کے لئے کچھ سینٹ بچا سکیں۔

ایک ۲۱ سالہ نوجوان نے یہ بات برملا کہی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ کسی سے شکایت کر رہا تھا بلکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ جو احکام اسے دیئے گئے ہیں ان کی وہ ترجمانی کر رہا تھا۔ سیاست دان اور سفارت کار اور جرنیل جو چاہے کہیں۔ یہ لوگ جو جنگ کے لئے خلیج کے علاقے میں بھیجے گئے ہیں۔ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کس غرض کیلئے وہاں بیٹھے ہیں یا پہنچائے گئے ہیں۔ اور یہ بات ان کے لئے کوفت کا باعث بنتی ہے کہتے ہیں کہ یہ فوجی اکثر یہ بات کرتے ہیں۔ کہ پٹرول کیلئے چند سکے بچانے کی خاطر ہزاروں آدمیوں کو جنگ میں جھونک کر انہیں ہلاک کروا دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اب تو یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ ان فوجیوں کے کمانڈروں کا اسوقت سب سے بڑا کام یہ ہے کہ فوجیوں کے حوصلے پست نہ ہونے دئے جائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنگ ہو یا گفت وشنید کے ذریعے عراق کے ساتھ معاملہ فیصلہ پا جائے۔ اب یہ بات آسان نہیں ہو گی کہ مزید نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کیا جا سکے۔ آخر وہ لوگ فوج میں صرف سپاہی بھرتی ہو کر ساری عمر سپاہی تو نہیں رہنا چاہتے۔ ایک فوجی کرنل نے یہ بھی کہا ہے کہ انہیں اس بات سے پریشانی ہے کہ خلیج کے تنازعے سے فوج کا تشخص نقصان اٹھائے گا اور جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے اور کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی۔ فوج کے حوصلے مزید پست ہو رہے ہیں خاص طور پر اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے بھی کہ یہ فوج کسی صرف ایک ملک کی نہیں ہے۔ یہ تقریباً ۲ درجن ممالک کے لوگ ہیں جو نہ صرف یہ کہ آپس میں گفت و شنید نہیں کر سکتے بلکہ ثقافتی طور پر بھی ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔ اور ان کے دل آسانی سے قریب نہیں لائے جا سکتے گویا کہ یہ ساری فوج جو ۲۴ ملکوں پر مشتمل ہے۔ ایک یونٹ بھی نہیں ہے اور ایک یونٹ کی طرح لڑنا بھی اسکے لئے آسان نہیں ہے۔ اور ایک دوسرے کو دیکھ کر وہ اتنا خوش بھی نہیں ہو سکتے۔ جتنا کہ ایک ہی ملک کے فوجی ایک دوسرے کو مل کر خوش ہو سکتے ہیں گویا کہ ابھی جنگ چھڑی نہیں اور جو حالات پیش آ رہے ہیں ان کی وجہ سے اس فوج کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ اور اگر اسی طرح حوصلے پست ہوتے رہے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عراق کی فوج کا کسی صورت بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ہمارے فوجی نوجوان

متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زید بن النہیان نے حکومت پاکستان سے چاہا ہے کہ متحدہ عرب امارات میں ان کی حفاظت کے لئے اپنی فوجیں بھیجے چنانچہ پاکستان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اس درخواست کو منظور کر لے گا۔ اس کے نتیجے میں عنقریب ۵۰۰۰ کی نفری وہاں بھیجی جائے گی۔ صدر متحدہ عرب امارات کی اس درخواست کو کیبنٹ میں زیر بحث لایا گیا تھا۔ چنانچہ کیبنٹ کے علاوہ دیگر تمام متعلقہ حکام نے بھی اس کی تائید کی۔ اگرچہ یہ تو نہیں فیصلہ کیا گیا کہ کل کتنی فوج وہاں بھیجی جائے گی لیکن یہ بات ضرور سامنے آئی ہے کہ فوج کی نفری خاصی زیادہ ہو گی اور یہ بات خوب سمجھی جا سکتی ہے کہ اگر پہلی قسط کے طور پر ۵۰۰۰ فوجی وہاں بھیجے جا رہے ہیں تو کل تعداد یقیناً خاصی بڑی ہو گی۔ یہ ابھی فیصلہ نہیں کیا گیا کہ کل تعداد کب تک وہاں روانہ کر دی جائے گی متحدہ عرب امارات کے صدر کی طرف سے یہ درخواست اس خطرے کے پیش نظر کی گئی تھی کہ ہو سکتا ہے عراق ان پر حملہ کر دے۔ اس سے قبل پاکستان نے سعودی عرب ۲۰۰۰ فوجی بھیجے ہوئے ہیں اور عنقریب ۳۰۰۰ مزید فوجی وہاں بھیج دیئے جائیں گے۔ بحرین کی ریاست نے بھی پاکستان سے فوجی دستے وہاں بھیجنے کی درخواست کی ہوئی ہے لیکن بحرین کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

امید کی جاتی ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ ۵۰۰ ملین ڈالر کی ادائیگی کے سلسلے میں گفت و شنید کی جائے گی۔ اسی طرح متحدہ عرب امارات کے ساتھ بھی تیل کے سلسلے میں مزید گفتگو ہو گی کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ متحدہ عرب امارات سے پاکستان کو تیل رعایتی قیمت پر مل سکے۔ خاص طور پر خلیج کے تنازعے کے دوران پاکستان کی موجودہ حالت کے پیش نظر اس سلسلے میں فیصلے کروائے جانے کی امید ہے۔

برطانیہ کے نئے وزیراعظم

جان میجر انگلستان کے وزیر اعظم بن گئے ہیں لیکن حزب مخالف کے لیڈر مسٹر کنک ان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ زیادہ دیر اس عہدے پر نہ رہ سکیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں ایک ایسی حکومت ملی ہے جو مشکلات میں پھنسی ہوئی ہے اور جس کا وقار دن بدن گر رہا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ان حالات میں وہ غلطیوں پر غلطیاں کریں گے اور اس عہدے پر زیادہ دیر نہیں رہ سکیں گے۔ پہلی بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصے میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ انہوں نے اپنی کابینہ میں کسی خاتون کو نہیں لیا اور اس بات نے اسمبلی کی خواتین کو ناراض کر دیا ہے اور ان کی وجہ سے سارے ملک کی خواتین بھی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہیں۔

ان کی وزارت عظمیٰ کے دور میں پہلے ہی چند روز میں لیبر پارٹی نے ایک ضمنی انتخاب جیت لیا ہے۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ میجر اپنی پارٹی کے اراکین کو مضبوطی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں نہیں رکھ سکیں گے۔ کنک کے خیال میں مسٹر میجر گذشتہ حکومت کی پالیسیوں کو جاری رکھنے پر مجبور ہیں اور یہی وہ پالیسیاں ہیں جن کی وجہ سے مسز مارگریٹ تھیچر کو مستعفی ہونا پڑا اور لوگوں کے دلوں میں کنزرویٹو پارٹی کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ گیلپ پول اگر کنزرویٹو پارٹی کی حمایت میں بھی ہوں تو اس بات کا ہرگز کوئی امکان نہیں کہ دسمبر میں ہونے والے انتخابات میں کنزرویٹو پارٹی اپنے آپ کو بہتر صورت میں پیش کر سکے گی۔ مسز مارگریٹ تھیچر کے جاری کردہ پول ٹیکس کی مخالفت روز بروز بڑھ رہی ہے اور یہ بھی کنزرویٹو پارٹی کے لئے ایک نقصان دہ بات ہے۔

مسٹر میجر کی ٹوری پارٹی کی ایک ممبر پارلیمنٹ ٹریسا گورمین (GORMAN) نے کہا ہے کہ میں تو وزیر اعظم کی اس بات سے پاگل ہو رہی ہوں کہ انہوں نے کسی خاتون کو کابینہ میں نہیں لیا۔ اور انہوں نے اس بات کی بھی دھمکی دی ہے کہ وہ اگلے بنچوں پر بیٹھیں گی اور جم کر بیٹھیں گی۔ اور انہیں وہاں سے کوئی ہلانے والا نہیں ہو گا۔ باوجود اس کے کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ اگلے بنچوں پر بیٹھنے کا حق انہیں حاصل نہیں ہے۔ مسز گورمین نے کہا کہ ہمیں چھوٹے چھوٹے عہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت آ گیا ہے بلکہ بہت پہلے سے آیا ہوا ہے کہ ہمیں اعلیٰ عہدے دئے جائیں ہمیں اقتصادیات اور حکومت کی دیگر پالیسیوں کے سلسلے میں فیصلے کرنے والی کمیٹیوں میں جگہ دی جائے۔

رضیہ درد

ایک یاد

زندگی میں ان گنت واقعات آتے اور چلے جاتے ہیں ان میں سے بعض اہم بھی نہیں ہوتے پھر بھی دل و دماغ پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ کبھی نہیں بھولتے جوں جوں وقت گزرتا ہے وہ اور نکھرتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ذہن میں آج بھی محفوظ ہے جیسے کل ہی کی بات ہو۔ خاکسار کے والد بزرگوار درد صاحب کی ناگہانی وفات نے خاکسار کو بستر مرض پر ہی گرا دیا۔ اکلوتی اولاد تو نہیں تھی لیکن اس لحاظ سے ضرور اکلوتی تھی کہ آخری دم ربوہ میں یہ خاکسار ہی موجود تھی۔ باقی سب افراد خاندان لاہور میں قیام پذیر تھے اور ابا جان نے آخری لمحوں میں مجھے ہی بلانے کا پیغام بھیجا۔ لیکن میرے پہنچنے سے چند سیکنڈ قبل آپ کی روح اس جہان سے پرواز کر گئی۔ یہ صدمہ کیا کم تھا کہ ان آخری گھڑیوں میں پہنچ نہ سکی۔ ذہن سے اس محرومی کا احساس ہی نہ جاتا تھا دن رات رونے سے بیمار ہو گئی۔ شدید بیمار۔

آج سے ۳۵ سال قبل کا زمانہ تھا جبکہ ربوہ میں دور دور کوئی درخت نظر نہ آتا۔ پانی کی قلت اتنی کہ صحرا ہی کہا جا سکتا ہے۔ بجلی بھی نہیں تھی۔ فضل عمر ہسپتال کی نہ عمارت نہ کوئی عملہ۔ کچا ہسپتال تھا۔ اس چلچلاتی دھوپ میں میرے محسن حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بائیسکل پر سوار سر پر تولیہ رکھے صبح و شام گھر پر اس مریضہ کو دیکھنے آتے اور پورے اطمینان سے سارا حال دریافت کرتے۔ ورنہ اکثر ڈاکٹروں کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا وہ رسمی سی باتیں پوچھ کر بڑی بے نیازی سے چلے جاتے ہیں اس کی پرواہ کم ہی کرتے ہیں کہ مریض مطمئن بھی ہوا ہے کہ نہیں۔

ایک دن حضرت میاں صاحب نے حسب معمول میری پسلیوں کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھا "درد ہوتی ہے" میں نے جواب دیا نہیں دکھ ہوتا ہے کئی مرتبہ پوچھا درد ہوتی ہے۔ یہی جواب دیا نہیں دکھ ہوتا ہے۔ آخر آپ کہنے لگے درد اور دکھ میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا میاں صاحب جب آپ دباتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے۔ درد تو بغیر دبائے بھی ہونی چاہیئے۔ بہت محظوظ ہو کر کہا واہ! بھئی یہ فرق تو آج ہی پتہ چلا۔ اس کے بعد جب TEST کرتا ہوتا مسکرا کر یہی فقرہ دہراتے درد ہوتی ہے یا دکھ ہوتا ہے۔ پھر میرے جواب پر اسی طرح خوش ہوتے۔ اس توجہ، بے لوث محبت اور لگن سے دن رات علاج کیا کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نہ گرمی کا احساس نہ بارش کی پرواہ۔ ایک دن نہیں۔ دو دن نہیں۔ پورے ۶ ماہ یہی سلسلہ جاری رہا۔ تیمار دار بھی اکتا جاتے ہیں۔ لیکن آپ کو خدا نے ایسا استقلال اور خلوص بخشا تھا کہ کسی دن یہ بھی احساس نہ ہوا۔ کہ آپ بھی اب توجہ نہیں دے رہے۔ بیماری بھی معمولی نہ تھی۔ کروٹ تک خود نہ لے سکتی تھی۔ اٹھنا چلنا پھرنا تو درکنار۔ بہت سے ملنے والے تو واقعی اس لئے حال پوچھنے آتے کہ نہ جانے صبح تک زندہ بھی رہتی ہے یا نہیں۔ لیکن موصوف نے ہر وقت تازہ دم سنجیدہ اور پورے انہماک سے اس طرح میرا علاج کیا کہ واقعی موت کے منہ سے بچا لائے۔ شافی مطلق تو وہی ذات واحد ہے لیکن تدبیر تو انسان کا ہی عمل ہے۔ اس

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شریف احمد اشرف
مربی سلسلہ آزاد کشمیر

"راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا"

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک شعر کا پہلا مصرعہ ہے جس پہ اظہار خیال کرنا مقصود ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح ہے

"قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے"

اس شعر میں بانی سلسلہ احمدیہ نے سچائی کی اہمیت اور جھوٹ کی حقیقت کو بڑے واضح فرق کے ساتھ نمایاں کر کے دکھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سچائی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جھوٹ اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ سچ ایک ابدی حقیقت ہے اور جھوٹ ایک مٹنے والی اور ہلاک ہونے والی چیز ہے۔ راستی اور سچائی کو آپ نے لعلِ بے بہا قرار دیا ہے تو جھوٹ کو پتھر سے تشبیہہ دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا یقیناً باطل بھاگنے والا ہے۔ یہاں حق سچ کے معنوں میں اور باطل جھوٹ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سچ کے لئے قرآن مجید میں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حق۔ صدق اور قول سدید۔ اسی طرح جھوٹ کے لئے بھی تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ کذب۔ باطل اور زُور۔ ارشاد ربانی ہے۔ ہمیشہ سچوں کے ساتھ رہو تم بھی سچے بن جاؤ گے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

"صحبتِ صالح ترا صالح کند و
صحبتِ طالح ترا طالح کند

بُرے کی صحبت تمہیں بُرا بنا دے گی اور نیک آدمی کی صحبت تمہیں نیک بنا دے گی۔ سچ روشنی ہے تو جھوٹ اندھیرا۔ سچ حقیقت ہے تو جھوٹ جہالت۔ ہر نبی سچائی کا علمبردار تھا۔ خود سچ پر قائم تھا اور سچ کی تلقین کرتا تھا۔ نبیوں کے سردار حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور پرائے صدیق کہا کرتے تھے یعنی بہت سچ بولنے والا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے لوگوں کو سچ کی تلقین کرتے تھے۔ سچائی ایک عظیم خُلق ہے۔ ہاں یہی وہ عظیم الشان خلق ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوٰی کی صداقت کے لئے بطور ثبوت پیش فرمایا۔ آپ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر تمام رؤسائے قریش کو بلایا اور انہیں پوچھا کہ

"بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا میری اس بات پر یقین کرو گے"۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ خدا کی قسم ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ پر قائم دیکھا۔ آپ یقیناً سچے ہیں۔ یہ جواب سُن کر آپ نے فرمایا۔ تو پھر سُنو میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اور بُتوں کی پرستش چھوڑ دو۔

سچ تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور جھوٹ تمام بدیوں اور بُرائیوں کی جڑ۔ حدیث شریف میں آتا ہے ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بے شمار گناہوں میں پھنسا ہوا ہوں کوئی ایسا عمل بتائیے کہ مجھے تمام گناہوں سے نجات مل جائے۔ آپ نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دو۔ اس صحابی نے جھوٹ چھوڑ دیا تو ہر گناہ سے آزاد ہو گیا۔ نیک اور پاکباز انسان بن گیا۔ ہر نبی اور ہر رسول سچا تھا۔ لیکن ہر قوم نے اپنے وقت کے نبی کو جھوٹا کہا اور جادوگر کہا۔ پھر ہر نبی کو سچ پر قائم رہنے کی وجہ سے بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہمیشہ نبی کے مخالف اور نبی کو جھوٹا کہنے والے اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد رہے اور اپنے نبی کو اور اس پر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔

سچ کے مقابل پر جھوٹ کی سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کی خبر دوں۔ پھر فرمایا۔ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں کہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی۔ اور آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اُٹھ بیٹھے اور بڑے جوش سے فرمایا۔ اچھی طرح سُنو کہ جھوٹ بولنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہی فقرہ دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش حضور اب خاموش ہو جائیں۔ حضور کی ناراضگی ہم سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولِ زُور یعنی جھوٹ کو سب سے بڑا گناہ قرار دیتے ہوئے اس سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔

ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو والدہ نے نصیحت فرمائی تھی کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ آپ نے چوروں کو بتا دیا کہ میرے پاس فلاں جگہ اشرفیاں ہیں آپ کے چھوٹی عمر میں سچ بولنے کا ڈاکوؤں پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے ڈاکہ اور چوری سے توبہ کر لی۔

سچ کی تعریف یہ ہے کہ

"جو بات جس طرح ہے اسی طرح بیان کی جائے"۔

اور اگر اس کے برعکس کہی جائے تو وہ بات جھوٹی ہے۔ مثلاً ابو کو کوئی آدمی ملنے آتا ہے تو ابو اپنے بیٹے کو کہتا ہے باہر جا کر کہہ دو ابو گھر میں نہیں ہیں یہ جھوٹ ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو گھر میں ہیں لیکن وہ اس وقت ملنا نہیں چاہتے تو یہ سچ ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو جن پانچ بنیادی اخلاق پر عمل پیرا ہونے کی تمام احباب جماعت کو تلقین فرمائی اس میں سے اوّل نمبر پہ یہی خُلق ہے جس کا نام ہے سچائی۔ حضور ایدہ اللہ کے اس خطاب کے بعد ہر احمدی نے اپنے پیارے امام سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولے گا سچ پر قائم رہے گا اور سچائی کو پھیلائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچائی پہ ہمیشہ قائم رکھے اور اس عہد کو کماحقہٗ تادم آخر نبھانے کی توفیق دے اور جھوٹ سے بچائے کیونکہ جھوٹ انسان کو خدا کے قرب سے محروم کر دیتا ہے۔

محمد انعام الحق رگل

قابلِ توجہ

سائنس کے اکثر طلباء نے نیل بوہر کے ایٹمی ماڈل کے بارے میں پڑھا ہو گا۔ جس کے مطابق الیکٹران ایٹم کے گرد مداروں میں حرکت کرتے ہیں۔ اساتذہ کرام اس ماڈل کو سمجھاتے وقت سیڑھی کی مثال دیا کرتے ہیں۔ جسکے ہر زینہ کو ایک مدار سے تشبیہہ دی جاتی ہے اور ہر زینہ پر ایک نیا الیکٹران براجمان ہوتا ہے۔ ہماری یہ مادی دنیا بھی ایٹموں سے مل کر بنی ہے اور جسطرح ایٹم میں الیکٹران کیلئے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ بعینہٖ ہماری دنیا بھی مختلف مدارج پر مشتمل ہے۔ یہی بات ہمیں انسانی زندگی میں بھی کارفرما نظر آتی ہے۔ ایٹمی مدارج کی طرح ہر انسان کی زندگی بھی مختلف ادوار میں بٹی ہوتی ہے اور ایک انسان ان ادوار کے سنگ میل عبور کرتے کرتے پوری زندگی گذار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ زندگی کی آخری STAGE اسے اس فانی زندگی ہی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

انسان کی زندگی کے ان مدارج کو ایک عام آدمی صرف چند ہی کیٹیگریز میں تقسیم کر سکتا ہے یعنی بچپن، جوانی، ادھیڑ عمری اور بڑھاپا۔ لیکن ایک عقلمند پڑھا لکھا انسان اس زندگی کے ہر دور کو، ہر لحظے کو ایک نئے دور سے تعبیر کرتا ہے یقیناً آپ کی زندگی میں آنے والا ہر لحظہ بھی ایک نئے دور کی نشاندہی کرتا ہو گا۔ تاہم ان ادوار، ان لحظوں میں سے بعض کچھ خاص وجوہات کے سبب منفرد ہوتے ہیں۔ جبکہ کچھ تو بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ میری مراد زندگی کے ان لحظوں سے ہے۔ جو آئندہ آنے والے لمحات کی نوعیت متعین کرتے ہیں۔ اور اپنے بعد آنے والے ادوار کے پیش رو ثابت ہوتے ہیں۔ لاریب یہی وہ لمحات، وہ لحظے ہوتے ہیں جن پر انسان کی آئندہ زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ پس ان لمحات میں دوسرے لمحات کی نسبت بہت زیادہ سوچ بچار بہت زیادہ احتیاط بہت زیادہ عزم و ہمت اور بہت زیادہ تگ و دو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان لمحات میں صبر اور کوشش سے کام لے کر آئندہ تمام زندگی سہل تر بنائی جا سکتی ہے۔

انہی منفرد ادوار میں سے ایک میٹرک ہے جسے عرفِ عام میں سکول لائف کہا جاتا ہے میٹرک کی ایک انسان کی زندگی میں اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ایک بچے کی آئندہ پوری زندگی اس کی میٹرک دور میں کارکردگی پر منحصر ہوتی ہے۔ میٹرک میں اچھی کارکردگی اس کی آئندہ زندگی کو بامقصد بنا دے گی اور وہ اپنی زندگی کی راہ بہ آسانی متعین کر سکے گا۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس مرحلے پر بچے کی اپنی غفلت، والدین کی کوتاہی یا ادارے کی لاپرواہی کے سبب بچہ مطلوبہ کارکردگی نہ دکھا سکا تو اس کی آئندہ زندگی کے بارے میں پیشین گوئی کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تمام دوست اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ایسا بچہ ایک بے مقصد زندگی گذارے گا۔ وہ زندگی میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ وہ ایک پھیری والا، ایک سبزی فروش اور ایک پھل فروش تو بن سکے گا لیکن ایک استاد، ایک سائنسدان، ایک ڈاکٹر یا ایک انجینئر نہیں بن سکے گا۔ اور اسطرح ملک و قوم کو اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔

لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ بچہ کو اس دور میں اپنی ذمہ داری کا احساس

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لجنہ کالم

حضرت فضل عمرؓ نے فرمایا (مصباح ۱۹۴۵ء)

پھر کیا گناہ قوت ارادی کی کمی سے پیدا نہیں ہوتا۔ اور کیا یہ کمی کسی سبب کے بغیر ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ انسان ساری عمر ارادے کر کے توڑتا رہتا ہے۔ مگر اس سے کچھ نہیں بنتا۔ یا ارادہ کی کمی ایک ہی دن میں تو نہیں پیدا ہو جاتی۔ بلکہ یہ بھی بچپن میں صرف بچپن میں پیدا ہوتی ہے۔

ورنہ کیا سبب ہے کہ باوجود سچی خواہش کے کہ میں فلاں بدی کو چھوڑ دوں۔ یہ اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر تربیت خراب نہ ہوتی تو انسان کی اصلاح کیلئے صرف اس قدر کہہ دینا ہی کافی تھا۔ کہ فلاں بات بری ہے۔ اور وہ اسے چھوڑ دیتا۔ اور وہ بات اچھی ہے۔ اور وہ اسے اختیار کر لیتا۔

اب میں اس نقص سے اولاد کو محفوظ کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں۔ پہلا دروازہ جو انسان کے اندر گناہ کا کھلتا ہے وہ ماں باپ کے ان خیالات کا اثر ہے جو اس کی پیدائش سے پہلے ان کے دلوں میں موجزن تھے۔ اور اس دروازے کا بند کرنا پہلے ضروری ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنی اولاد ولا پر رحم کر کے لوگ اپنے خیالات کو پاکیزہ بنائیں لیکن اگر ہر وقت پاکیزہ نہ رکھ سکیں تو دین حق کے بتائے ہوئے علاج پر عمل کریں تاکہ اولاد بھی ایک حد تک محفوظ رہے۔ دین حق ورثہ میں ملنے والے گناہ کا یہ علاج بتاتا ہے کہ جب مرد و عورت ہم صحبت ہوں تو یہ دعا پڑھیں۔ "اے خدا ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ"۔ یہ کوئی ٹونا نہیں جادو نہیں۔ اور ضروری نہیں کہ عربی کے الفاظ ہی بولے جائیں۔ بلکہ اپنی زبان میں انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ الٰہی گناہ ایک بری چیز ہے۔ اس سے ہمیں بچا اور بچے کو بچا۔ اسوقت کا یہ خیال اس کے اور بچے کے درمیان دیوار ہو جائے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا ہے یہ دعا کرنے سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسمیں شیطان کا دخل نہیں ہوگا۔ کئی لوگ حیران ہوں گے کہ ہم نے کئی دفعہ دعا پڑھی مگر اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جو بتایا گیا ہے۔ ان کے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو وہ لوگ اس دعا کو صحیح طور نہیں پڑھتے صرف ٹونے کے طور پر پڑھتے ہیں۔ دوسرے سب گناہوں کا اس دعا سے علاج نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ورثے کے گناہوں کے لئے ہے۔ ورثہ کے گناہ کے بعد گناہ کی آمیزش انسان کے خیالات میں اسکے بچپن کے زمانے میں ہوتی ہے۔ اس کا علاج دین حق نے یہ کیا ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قرار دیا ہے جبکہ بچہ ابھی پیدا ہی ہوا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہو سکتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ جب بچہ رحم میں ہو اسی وقت سے اس کی تربیت کا وقت شروع ہو جانا چاہیئے مگر یہ چونکہ ہو نہیں سکتا تھا اس لئے پیدائش کے وقت سے تربیت بہت ضروری قرار دی۔ ۔ ۔ ۔

ماں باپ کو یہ امر سمجھانا مطلوب ہے کہ بچے کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہو گیا ہے (۔ ۔ ۔ ۔)

بچوں کو بچپن سے ہی ادب سکھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اپنے عزیزوں کو بھی بچپن میں ادب سکھا کر عملی ثبوت دیا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ امام حسنؓ جب چھوٹے تھے تو ایک دن کھانا کھاتے وقت آپ نے ان سے فرمایا۔

کہ دائیں سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ امام حسنؓ کی عمر اس وقت اڑھائی برس کے قریب تھی۔ ہمارے ملک میں اگر بچہ سارے کھانے میں ہاتھ ڈالتا ہے اور سارا منہ بھر لیتا ہے بلکہ ارد گرد بیٹھنے والوں کے کپڑے بھی خراب کر دیتا ہے۔ تو ماں باپ بیٹھے ہنستے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے یا یونہی معمولی بات کہہ دیتے ہیں۔ جس سے ان کا مطلب بچے کو سمجھانا نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایک اور واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ بچپن میں امام حسنؓ نے صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ سے انگلی ڈال کر نکال لی۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لئے بوجھ بننا۔ غرض بچوں کی تربیت ہی ہوتی ہے جو انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور ان کی باتیں سن کر وہی بنتا ہے جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بچے کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تو پھر تو ہو سکتا ہے کہ جب وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اور آوازیں اس وقت کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا۔ اور سنے گا۔ اگر فرشتے اسے اپنی بات نہیں سنائیں گے۔ تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کانوں میں نہیں پڑیں گی۔ تو بد پڑیں گی۔ اور وہ بد ہو جائے گا۔

معلمین کی کلاس ۱۵ جنوری سے شروع ہوگی

ایسے احباب جن کو خدمت دین کا شوق ہے وہ اپنی درخواستیں صدر صاحب کی تصدیق سے ارسال کریں۔ اپنے کوائف۔ نام۔ ولدیت۔ عمر۔ تعلیم۔ سکونت بھی درج کریں۔

ناظم ارشاد۔ وقف جدید

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم داؤد احمد صاحب صابر آف بہاولپور عرصہ دو ماہ سے شدید علیل ہیں۔ اگرچہ پہلے کی نسبت خاصا آفاقہ ہے۔

○ مکرم شیخ محمد علی صاحب۔ فاروق آباد عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں ان کی اہلیہ بعارضہ شوگر علیل ہیں۔

○ عزیزہ اثمارہ احمد ابن انوار احمد صاحب کی ٹانگ کی ہڈی سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔

○ مکرم عبدالغفور صاحب صدر محلہ چھنیاں کا پوتا عزیزہ عمران (جو وقف نو میں شامل ہے) کچھ بیمار رہتا ہے۔

○ آج کل بچوں کے سالانہ امتحانات ہو رہے ہیں۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔

○ مکرم محمد یونس صاحب مغلپورہ کی اہلیہ صاحبہ ایک ماہ سے بیمار ہیں۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سانحۂ ارتحال

○ مکرم حکیم رشید احمد صاحب مورخہ ۲ دسمبر ۹۰ء بروز اتوار بعمر ۶۲ سال بقضائے الٰہی رتن باغ لاہور میں انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ اسی روز شام ۴ بجے مکرم مولانا رحمت اللہ خان صاحب مربی دہلی گیٹ لاہور نے پڑھائی اور تدفین احمدیہ قبرستان ماڈل ٹاؤن میں ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر موصوف کے بھائی مکرم نذیر احمد صاحب درویش نے دعا کروائی

○ محترمہ کشور سلطانہ صاحبہ ہاشمی اہلیہ مکرم محمد جمیل خان صاحب آف سلطان پورہ لاہور بقضائے الٰہی بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۹۰ء بروز ہفتہ فجر سے قبل ۷۷ سال کی عمر میں وفات پا گئی ہیں۔ نماز جنازہ بعد از نماز مغرب مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب ایم اے وکیل المال ثانی نے بیت مبارک میں پڑھایا موصوفہ موصیہ تھیں۔ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے بعد مکرم حکیم محمد اسلم صاحب فاروقی نے دعا کروائی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

ولادت

○ مکرم محمود احمد صاحب وینس مقیم کورنگی کراچی کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے بیٹے سے مورخہ ۱۷ نومبر ۹۰ء کو نوازا ہے۔ طاہر محمود نام رکھا گیا ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

بشریٰ شاہدہ

محترمہ امۃ العزیز صاحبہ

میری پیاری والدہ محترمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ حکیم حافظ محمد اسمٰعیل صاحب سابق استاد جامعہ واقفِ زندگی، انتہائی شفیق مہربان تھیں۔ دس سال قبل یکم جنوری ۱۹۸۱ء کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔

وہ صرف پرائمری پاس تھیں مگر پہلے وقتوں کی پانچویں کلاس میں سارے سکول میں اوّل رہیں سپیشل انعام اور سرٹیفکیٹ ملا۔ استانی صاحبہ خود گھر سفارش کے لئے آئیں کہ ایسی ہونہار بچی کو آگے پڑھائیں مگر ہمارے نانا جان لڑکیوں کے لئے اسی تعلیم کو کافی سمجھتے تھے۔ انتہائی ذہین اور سمجھدار تھیں۔ علم کا ایسا شوق اور تجربہ اتنا پختہ تھا کہ پانچ جماعت پاس تو لگتی ہی نہ تھیں۔ ہر مسئلے کا علم ہوتا۔ ہر چیز پر گہری نظر ہوتی۔ پرائمری کے باوجود آٹھویں دسویں کلاس تک ہماری تعلیمی رہنمائی کرتی رہیں۔ سب بچوں میں تحصیلِ علم کا شوق پیدا کیا۔ ایک بیٹا حافظ قرآن ہوا۔ دوسرا انجنیئر بنا اور تیسرے نے تجارت اختیار کی بیٹیوں میں ایک معلّمہ ہیں اور خاکسارہ نے ایم اے عربی میں کالج بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی بچوں میں دین کی رغبت پیدا کی۔ اس رنگ میں کہ سوائے ایک معذور بچی کے سب بچے پابندِ احکامِ دین ہوئے۔ خود علی الصبح اٹھتیں سب کو بیدار کر کے نماز کی تلقین کرتیں۔

روزانہ صبح تلاوت کلام پاک ان کا شعار تھا۔ کثرت سے دعائیں کرتیں۔ آپ شیخ رحمت اللہ صاحب آف کوٹلے جونے والے جو یکے از رفقاء تھے کی صاحبزادی تھیں آپ کو تمام آئمہ سے بہت عقیدت تھی۔ عین جوانی کے عالم میں آپ کی ایک آنکھ پردے کے پیچھے سے گز لگ جانے کے باعث ضائع ہو گئی۔ ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ سخت غمزدہ ہوئیں تو حضرت امام جماعت (الثانی) کے پاس گئیں۔ انہوں نے کمالِ محبت سے تسلی دی۔ پھر عمر بھر ہم نے ان کو کسی بھی کام میں پیچھے ہٹتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ایک ہی آنکھ سے عورتوں تو کیا مردوں سے بھی زیادہ کام کرتے دیکھا۔ جرأت اور دلیری ان میں انتہا درجے کی تھی۔ کبھی غیر اللہ سے نہ ڈرتیں۔ ابا جان بغرضِ تعلیم گھر سے باہر رہے۔ قادیان کی بات ہے گھر میں چور گھس آئے اکیلی ان سے مقابلہ کیا۔ اپنا مافی الضمیر خوب ادا کرتیں۔ ان میں قائدانہ صلاحیتیں موجود تھیں۔ خوب انتظام کرتیں۔ یہاں تک کہ اپنا مکان جو دارالرحمت غربی ربوہ میں تھا خود کھڑے ہو کر بنوایا۔ صفائی پسند اور محنت کش اس قدر تھیں کہ صبح مزدوروں کے آنے سے پہلے سب صفائی کا کام نپٹا چھوڑتیں۔ اپنا گھر ہی نہیں بلکہ حضرت استانی جی مریم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب کا مکان بھی خود کھڑے ہو کر تعمیر کروایا۔ بارہا ان کا پانی کا نلکا لگوانا ہوتا یا کوئی بھی کام ہوتا کروا دیتیں۔ جو بھی کسی کام کے سلسلے میں آپ سے مدد کا طالب ہوتا۔ اس کی فوراً مدد کرتیں۔ کئی رشتہ دار جو خود ربوہ میں قیام پذیر نہ تھے ان کے مکان ٹھیک کروانے اور کرایہ پر دینے کا فریضہ بھی انجام دیتی رہیں۔ ہر کسی کا کام کر کے راحت محسوس کرتیں۔ صفائی کا یہ عالم تھا کہ گھر کو شیشہ کی مانند چمکتا رکھتیں۔ اسے سجانے سنوارنے میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کام لیتیں۔ سلیقہ مند اس قدر تھیں کہ گھر دیکھنے والا سلیقہ مندی کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ لوگ باور نہ کر سکتے کہ اس قدر کم وسائل کے باوجود کوئی عورت اس قدر اچھا گھر رکھ سکتی ہے۔

طاقت کے زمانہ میں پانچوں وقت پیتل کا لوٹا چمکا کر شیلف پر رکھ دیتیں۔ ابا جان بتاتے ہیں کہ ہر دفعہ اوپر سے اتارنا پڑتا۔ ان دنوں تو لوگ مشقتوں کے عادی نہیں رہے۔ بچوں کے لئے کسی بھی محنت سے کبھی دریغ نہ کیا۔ ذاتی محنت سے اکثر کسبِ معاش کیا۔ زندگی میں بہت سے مسائل سے دوچار رہیں مگر ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ قادیان سے جب یہاں آئیں تو بھرا گھر اچانک وہیں چھوڑنا پڑا۔ یہاں آ کر مریدکے ہمارے آبائی گاؤں میں دو سال گذارے۔ ہندوؤں کے وقت کا ایک مکان ان کو بھی مل گیا تھا مگر وہ ملا ہوا گھر محض اس لئے چھوڑ کر ربوہ آ گئیں کہ بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت ہو سکے۔ یہاں آ کر کبھی کچے کبھی پکے مکانوں اور کوارٹروں وغیرہ میں رہائش پذیر رہیں۔ اس وقت کی شدید گرمی کے باعث میری بڑی آپا جان کو سن سٹروک ہو گیا اور وہ راہیٔ ملکِ عدم ہوئیں۔ امی جان محترمہ خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے تیئس برس تک چندہ کی وصولیابی کا کام کرتی رہیں جس کے لئے بیروں محلوں میں پھرتی رہیں اور باقاعدہ حساب رکھتیں جس پر جماعت کی طرف سے سندِ خوشنودی ملی۔ چندوں کی ادائیگی میں بہت عجلت سے کام لیتیں۔ بچوں کو بھی تلقین فرماتیں۔ ہر بیماری کے وقت صدقہ دینے کو ترجیح دیتیں۔ کثرت سے باتیں کرتیں۔ اپنا مکان تعمیر کرواتے وقت ایک اینٹ لے کر بغرضِ دعا حضور کے پاس گئیں تو انہوں نے دعا کی اور فرمایا تم مکان شروع کر دو۔ مکان کی ایک اینٹ دوسری کے لئے دعا کرتی ہے کہ الٰہی میرا ساتھی بھیج۔ ان کی دعا سے واقعی نامکمل مکان جلد ہی نامساعد حالات کے باوجود تکمیل پذیر ہوا۔

اقربا سے حسن سلوک سے پیش آتیں۔ باوجود عسرت کے بھی آنے والے مہمان کو کم مائیگی کا احساس نہ ہونے دیتیں۔ جب تک مہمان کھانا نہ کھا لے باوجود سخت بیماری کے خود نہ کھاتیں۔ زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ کبھی محنت شاقہ سے جی نہ چرایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت عمدہ صحت صرف پچاس برس کے عرصہ میں ہی جسم ضعیف میں تبدیل ہو گئی۔ شوگر اور بلڈ پریشر وغیرہ کے عارضوں نے وہ خوبیوں کا مرقع جسم طاقتوں سے خالی کر دیا۔ کچھ عرصہ بیمار رہیں۔ دو دفعہ ٹانگ کا آپریشن ہوا۔ دو سال تک گھر میں ہی بوجہ بیماری مقیم رہیں ہم سب حیران ہوتے تھے کہ پھرکی کی طرح مصروفِ عمل رہنے والا یہ جسم کیوں کر اس جمود پر قانع ہو سکے گا مگر نہایت صبر و استقامت سے یہ عرصۂ بیماری بھی گذار دیا۔ بعد ازاں ٹانگ ٹھیک بھی ہو گئی اور چلنا بھی شروع کر دیا۔ مگر زندگی کے لمحے شاید پورے ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ سالانہ گذرنے کے بعد سارا گھر ٹھیک کروایا۔ رات کو اچانک طبیعت خراب ہوئی۔ اور سال کی آخری رات ہماری قیمتی متاعِ جان کو بھی اپنے ہمراہ لے گئی۔

خاکسارہ ان دنوں ملک سے باہر تھی اس لئے شریکِ جنازہ بھی نہ ہو سکی۔ جس کا قلق تو ہمیشہ رہے گا۔ مگر سال بھر تو یہ زخم اتنا تازہ رہا کہ موت کا یقین بھی نہ آتا تھا۔ اتنا محبتوں بھرا وجود جس نے ہمیں نیک و بد کی پہچان کروائی تند بادِ مخالف سے بچائے رکھا اور ہر شاہراہِ حیات پر ہماری راہنمائی کی ہم سے بچھڑ چکا تھا۔

؎ وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

یادِ رفتگان — سید مقبول احمد شاہ

مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب

ہمارے بھائی سید مسعود احمد شاہ صاحب ابن مکرم سید عبدالستار شاہ صاحب (یکے از رفقائے بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) مختصر علالت کے بعد ۶۔ دسمبر کی صبح کو فضلِ عمر ہسپتال میں وفات پا گئے (یقیناً ہم اللہ کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں)

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ بہت ہی سادہ اور حقیقت پسند تھے۔ ریاء اور دکھاوے سے نفرت تھی۔ دنیاداری نہ جانتے تھے اور ظاہری جاہ و حشمت سے متنفر تھے۔ درویش منش انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں مست رہتے تھے۔ اکثر کہا کرتے کہ

"قرآن مجید کثرت سے پڑھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ میرا سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ بس یہی طلب ہے وہ (خدا) مل جائے۔"

نماز پنجگانہ بروقت ادا کرتے تھے۔ اور باقاعدگی سے تہجد بھی ادا کرتے تھے۔ بہت دعاگو اور ہمدرد انسان تھے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ لہو و لعب سے بیزار تھے۔ اور اکثر بیہودہ باتوں پہ ناراض ہوا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ سے بہت پیار تھا۔ اُنکی وفات کے بعد بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میں جلد ہی ان سے جا ملوں گا۔ بس اُن کے بعد دس ماہ زندہ رہے۔ اگر بچے کبھی پوچھیں کہ چچا جان آپ کا نام کیا ہے تو کہتے کہ

"مولا کا دیوانہ"

آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ ۴ بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

احباب کرام اور بزرگانِ سلسلہ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جدا ہونے والے بھائی کے درجات بلند تر فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔

موصیان توجہ فرمائیں

موصی کی جائیداد سے اگر کوئی آمدنی ہوتی ہو تو اس آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام یعنی ۱/۱۶ ادا کرنا لازم ہوگا۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صفحہ ۲ سے آگے

میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

دراصل یہ جذبہ کارفرما تھا کہ یہ جماعت احمدیہ کے ایک مخلص فدائی واقف زندگی کی بیٹی ہے جو انہی کی اچانک موت کے صدمے سے بسترِ علالت پر پڑی ہے اور ایسے جذبے بے پناہ طاقت رکھتے ہیں اگرچہ بہت سی بزرگ ہستیوں اور عزیز و اقارب کی دعائیں بھی شامل حال تھیں لیکن آپ کی توجہ اور حسنِ سلوک کبھی نہیں بھلا سکی۔ بیماری ختم ہو گئی لیکن کمزوری بے انتہا تھی۔ اس عرصہ میں بھی اپنے کمالِ محبت اور خلوص سے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے کی باقاعدہ مشق کروائی اور اس وقت تک علاج جاری رکھا۔ جب تک درد جاتی رہی اور دکھ بھی ختم ہو گیا۔

صحتیاب ہو کر ایک روز یہ عاجزہ سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم اوّل حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) سے ملنے گئی تو آپ فرمانے لگیں۔ میں تو بس 'منور' (میاں صاحب) کو کہتی تھی کہ اس کو مرنے نہ دینا۔ اس نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا ہے۔ یہ محبت کی انتہا تھی۔ ورنہ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ موت خدا کے اختیار میں ہے)

آپ کی اس محبت کے جواب میں جو فقرہ میرے منہ سے بے اختیار نکلا وہ بھی موصوف کی گہری محبت اور ان تھک محنت استقلال کا در پردہ اقرار تھا۔ میں نے کہا "بیگم صاحبہ میاں صاحب تو خود بھی مجھے مرنے نہیں دیتے تھے" آہ کیسی کیسی محبوب ہستیوں کی جدائی کا بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے افسوس یہ گھر ہی بے بقا ہے!

اللہ تعالیٰ ہر دم آپ کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ آپ کی اولاد در اولاد اور بیگم صاحبہ کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

دلائیں تا وہ آئندہ زندگی ایک آرام دہ انداز میں بسر کر سکیں۔

ایک استاد ہونے کے ناطے میری اپنے تمام احمدی طلباء و طالبات سے یہ التماس ہے کہ وہ میٹرک کے دور کو معمولی دور نہ سمجھیں اسے اپنی زندگی کا اہم سنگِ میل سمجھتے ہوئے اسکی تیاری کریں اور آج کل جبکہ میٹرک کے امتحان میں بہت تھوڑا وقت باقی رہ گیا ہے۔ باقی تمام مشاغل ترک کر کے مکمل وقت میٹرک کی تیاری میں صرف کریں۔ اعلیٰ مقاصد کا حصول قربانی کا متقاضی ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے مشاغل کی اپنی نامناسب سرگرمیوں کی اپنی ناہموار اور احمقانہ سیاستوں کی قربانی دیں اور اپنی آئندہ زندگی کو سہل تر بنائیں۔ آئندہ چند ماہ کی قربانی آئندہ کے کئی سال خوشگوار بنا دے گی۔ اللہ آپ سب کو اس امتحان میں اعلیٰ کامیابی سے نوازے۔

بقیہ: صفحہ ۱ سے آگے

کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں ان خطرات کے خلاف آواز بلند کریں۔

حضور نے ہندوستان میں سکھوں کے تنازعے، چھوٹی ذات کے ہندوؤں کے مسئلے، آئرلینڈ اور برطانیہ کے جھگڑے، بلغاریہ اور ترکوں کے تنازعے، روس کے علاقوں آرمینیا اور آذربائیجان کی علاقائی عصبیتوں، امریکہ میں کالے اور گورے کے تنازعے، لاطینی امریکہ میں تشدّد کے رجحانات، یوگوسلاویہ میں البانوی زبان بولنے والے تعصبات، سپین میں علاقائی نفرتوں، چین اور تبت کے جھگڑے، ایران کے اندرونی واقعات، ایران اور عراق کے جھگڑے اور عالم اسلام کے مسائل کا نہایت گہری نظر سے تجزیہ پیش فرمایا اور دنیا کو اسلامی انصاف کے اصولوں پر چلنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ اس کے بغیر دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

(نمائندہ خصوصی)

خبریں

ملکی خبریں

○ کراچی میں کورنگی کے علاقہ میں دو گروپوں کے درمیان خوفناک تصادم کے نتیجہ میں کم از کم ۷ افراد ہلاک اور ۱۰ شدید زخمی ہو گئے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ سانحہ پولیس کی طرف سے ڈرائیوروں سے بھتہ وصول کرنے پر تصادم کے نتیجہ میں پیش آیا۔

○ جھنگ سٹی میں جمعہ کے روز ایک مسجد میں جہاں انجمن سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ ضیاء الرحمان فاروقی نماز جمعہ پڑھا رہے تھے نامعلوم افراد نے پٹاخے پھینکے۔ اور بعد میں فائرنگ شروع کر دی۔ پولیس نے کسی ناخوشگوار واقعہ سے بچنے کے لئے پورے جھنگ شہر میں آنسو گیس کے گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ علاقہ میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔

○ چاغی (بلوچستان) کے علاقہ میں سمگلروں نے فائرنگ کر کے فرنٹیئر کور کے ۵ جوان ہلاک کر دیئے۔ اور آٹھ کو جن میں ایک صوبیدار بھی شامل ہے پکڑ کر لے گئے۔ یہ جھڑپ پاک افغان سرحد کے قریب ہوئی۔

○ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے مطالبہ کیا ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد کا سربراہ اجلاس فوری طور پر بلایا جائے۔

○ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے تندوری روٹی کی قیمت ایک روپیہ مقرر کی ہے جبکہ روٹی کا وزن ۱۷۵ گرام ہوگا۔ قبل ازیں اس وزن کی روٹی ۵۰ پیسے میں فروخت ہو رہی تھی۔

○ کویت سے پاکستان آنے والے ۵۰ ہزار سے زائد پاکستانیوں کو مجموعی طور پر ۷۰ ارب سے ۷۲ ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ واپس آنے والوں کو وطن میں مختلف قسم کے مسائل کا سامنا ہے ماہرین کے مطابق فی کس اوسط نقصان ۱۵ لاکھ روپے ہے۔

غیر ملکی خبریں

○ بھارت کے مختلف شہروں اور قصبوں میں ہندو مسلم فسادات کے آٹھویں روز مزید ۴۲ افراد ہلاک ہو گئے بلند شہر میں ۱۳ افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔ آٹھ شہروں میں ۲۴ گھنٹے کا کرفیو نافذ ہے۔

○ الجزائر کے صدر شاذلی بن جدید نے جو خلیج میں مصالحتی کوششوں میں مصروف تھے سعودی عرب کے اس بیان کے بعد کہ بات چیت سے پہلے عراق کو کویت خالی کرنا چاہیئے۔ اپنا سعودی عرب کا دورہ ملتوی کر دیا ہے اور اب وہ بغداد سے تہران چلے گئے ہیں۔

○ عراق نے اپنی مسلح افواج کو ۱۵ جنوری سے خصوصی جنگی مشقیں شروع کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ کی طرف سے ۱۵ جنوری کویت سے عراقی فوج کی واپسی کی آخری تاریخ مقرر کی گئی ہے۔

○ بنگلہ دیش کے سابق نائب وزیر اعظم شاہ معظم حسین کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ عبوری صدر جسٹس شہاب الدین احمد نے ریڈیو۔ ٹیلی ویژن۔ ائیر لائنز انڈسٹریل بنک کے سربراہوں اور متعدد اعلیٰ افسروں کو برطرف کر دیا ہے۔

○ سری لنکا میں سرکاری فوجوں نے ملک کے شمالی اور مشرقی علاقہ میں ۷۶ تامل باغی ہلاک کر دیئے۔

○ اسرائیلی فضائیہ کا ایک طیارہ جو سپلائی مشن پر تھا۔ ملک کے جنوبی حصہ میں گر کر تباہ ہو گیا جس سے فضائی فوج کے پانچ افسر ہلاک ہو گئے۔

جرمن کلاس

انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ کامرس کے تحت یکم جنوری ۱۹۹۱ء سے طلباء و طالبات کیلئے سہ ماہی جرمن زبان کی کلاس شروع ہو رہی ہے۔

داخلہ جاری ہے

انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ کامرس
ریلوے روڈ ربوہ ۔ فون: ۳۴۳

بے اولاد

مردوں کیلئے کورس 200/-
SPERMATOZOA COURSE
عورتوں کیلئے کورس 75/-
STERILITY COURSE
اٹھراء کورس 80/- ATHRA COURSE
تفصیلی لٹریچر مفت
کیورٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ
ربوہ فون {۶۶۱ / ۶۰۶ / ۶۰۷}

وقفِ جدید کا مالی سال ۳۱ دسمبر کو ختم ہو رہا ہے

(ناظم مال وقف جدید)